اسلام میں زکوٰۃ سے پہلی بغاوت اور اسکی سرکوبی

از مولانا سعید احمد اکبرآبادی۔ ایم اے

قبائل عبس و ذبیان۔ بنو کنانہ۔ غطفان اور بنو فزارہ جو حوالی مدینہ میں آباد تھے۔ یہ لوگ وہ تھے جو اس کا اقرار کرتے تھے کہ ہم نماز پڑھیں گے، لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ ان میں بھی دو قسم کے لوگ تھے۔ بعض تو وہ تھے جو بربنائے بخل سرے سے ادائے زکوٰۃ کے ہی منکر تھے۔ اور بعض کہتے تھے کہ ہم زکوٰۃ نکالیں گے۔ لیکن اسکو مدینہ نہیں بھیجیں گے، ان لوگوں کا استدلال یہ تھا کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً	اے پیغمبر آپ لوگوں سے صدقہ لیجئے جو
تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ	ان کو پاک وصاف کردے اور ان کیلئے
عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ	سلام ورحمت طلب کیجئے۔ آپکی صلوٰۃ
لَّهُمْ۔	ان کیلئے تسکین کا باعث ہے۔

یہ کہتے تھے کہ اب حضورؐ کی وفات کے بعد کوئی ایسا نہیں ہے جسکی صلوٰۃ ہمارے لئے سکن ہو اس لئے اب ہم کسی کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک استدلال یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوٰۃ کے بارہ میں ارشاد ہے۔

تؤخذ من اغنیاءھم	زکوٰۃ ہر جگہ کے مالداروں سے لی جائے
وترد الی فقراءھم۔	اور انہیں لوگوں کے فقیروں پہ تقسیم کردی جائے

اس بنا پر یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم زکوٰۃ نکالیں گے تو اس کو مدینہ نہیں بھیجیں گے۔ بلکہ خود اپنے قبیلہ کے فقرا پہ ہی تقسیم کردیں گے۔ اب ان لوگوں نے سلسلہ جنبانی اس طرح کی کہ پہلے اپنے وفد گفتگو کے لئے مدینہ بھیجنے شروع کئے ...... ان وفود نے پہلے مدینہ کے دوسرے

ذمہ دار حضرات سے گفتگو کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ سے اُن کی سفارش کر دیں۔

اس وقت عرب کی جو عام حالت تھی کچھ اس کا احساس اور پھر ان وفود کا استدلال بھی کچھ دل لگتا سا تھا۔ صحابہ کرام ان لوگوں کی گفتگو سے متاثر ہو گئے اور انہوں نے صدیق اکبر سے کہا کہ ان اعراب کو جو زکوٰۃ ادا کرنا نہیں چاہتے اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ اور ان سے مزید کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ان اعراب کا ایمان ابھی نیا نیا ہے۔ مکمل طور پر جب دل نشین اور راسخ ہو جائے گا۔ تو پھر یہ لوگ خود زکوٰۃ دیں گے [1] لیکن حضرت ابوبکر نے یہ مشورہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسّی [2] سے بھی جس کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ادا کرتے تھے۔ انکار کریں گے تو میں اس پر اُن سے جنگ کروں گا۔ اس کے بعد فرمایا "زکوٰۃ مال کا حق (یعنی عبادت) ہے۔ جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کریں گے۔ میں ان سے قتال کروں گا۔

حضرت عمر جو اپنی رائے کے اظہار میں زیادہ جری اور بیباک تھے، انہوں نے کہا "آپ ان لوگوں سے قتال کس بنیاد پر کریں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے۔ "مجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ لوگوں سے اُس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ نہ کہیں۔ لیکن جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے۔ تو ان کی جانیں اور ان کے مال محفوظ ہو جائیں گے۔ مگر ہاں جب ان پر کسی کا کوئی حق ہو لیکن حضرت ابوبکر کا استدلال یہ تھا کہ نماز اور زکوٰۃ میں باعتبارِ فرضیت کوئی فرق نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ایک ساتھ ہی ہے۔ اس

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۱۱ ۔ علامہ ابن حزم نے اس بنا پر ان لوگوں کی نسبت لکھا ہے۔ وطائفۃ بقیت علی الاسلام ایضاً الا انہم قالوا نقیم الصلوٰۃ وشرائع الاسلام الا انا لا نؤدی الزکوٰۃ الی ابی بکر رضی اللہ عنہ ولا نعطی طاعۃ لاحد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الملل والنحل ج ۲ ص ۶۶)

[2] بعض روایتوں میں عقال کا لفظ ہے جس کے معنی رسی کے ہیں۔ اور بعض میں عناق کا لفظ ہے اس کے معنی خود اونٹنی ہیں۔

کے علاوہ قرآن پاک میں ہے:

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ۔
پس اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم ان سے کچھ نہ کہو۔

پھر یہ معلوم ہے۔ کہ بنو ثقیف کا ایک وفد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں طائف سے حاضر ہوا تھا اور اس نے کہا تھا کہ ہم اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن نماز سے ہم کو مستثنٰی کر دیجئے تو آپ نے بڑی سختی کے ساتھ ان کی یہ درخواست رد کر دی تھی۔ اور فرمایا تھا: "بھلا وہ دین ہی کیا ہے جس میں نماز نہ ہو" انہ لاخیر فی دین لاصلوٰۃ فیہ۔ پس جس طرح دین نماز کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ زکوٰۃ کے بغیر بھی وہ دین باقی نہیں رہتا ہے۔

حضرت ابوبکر کا فیصلہ چونکہ بالکل حق تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسی ایک فیصلہ نے دین کی اصل عظمت اور اس کی اصلیت کو قائم رکھ لیا۔ اس بنا پر حضرت عمر بھی قائل ہو گئے۔ خود فرماتے ہیں:

فما هو الا ان رأيت الله قد شرح صدر ابی بکر۔
تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی میں نے دیکھ لیا کہ اللہ نے ابوبکر کا سینہ کھول دیا تھا۔

بارگاہِ خلافت سے مایوس ہو کر یہ ارکانِ وفد اپنے اپنے قبیلوں کی طرف واپس ہوئے۔ یہاں مدینہ میں دیکھ ہی گئے تھے کہ صحابۂ کرام کی ایک بڑی تعداد حضرت اسامہ کے ساتھ جا چکی تھی اور یہاں تھوڑے سے صحابہ رہ گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے قبیلوں کو آمادہ کیا کہ موقع سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر یہ لوگ یہ منصوبہ باندھ رہے تھے۔ اور اُدھر حضرت ابوبکر نے وقت کی نزاکت کو محسوس کر کے مدینہ کی حفاظت و نگرانی کا بندوبست شروع کر دیا۔ آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ کبارِ صحابہ یعنی حضرت علی۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ زبیر بن عوام۔ عبداللہ بن مسعود۔ اور طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی سرکردگی میں مدینہ کے مختلف راستوں پر حفاظتی دستے متعین کر دئے۔ اور جو اہلِ مدینہ تھے ان پر مسجد میں حاضر ہونا لازمی کر دیا۔ تاکہ اگر کوئی ہنگامی صورت اچانک پیدا ہو جائے تو ان کو فوراً اطلاع ہو سکے اور سب کو خبردار کر دیا کہ "اے مسلمانو! یہ وفد تمہاری قلتِ تعداد کو دیکھ کر گیا ہے۔ اس لئے تم نہیں جانتے کہ یہ صبح کو حملہ کر دیں گے۔ یا شب میں یہ لوگ مسافت کے اعتبار سے تو آخر تم سے قریب ہیں ہی۔ یہ لوگ ہم سے معاملے کرنے اور بہت کچھ توقعات لیکر آئے تھے۔ لیکن ہم نے ان کے مطالبہ کو ٹھکرا دیا ہے۔ اس لئے تم تیار ہو جاؤ اور ہوشیار رہو۔"

لہ البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۱۱ تا ص ۳۱۳

حضرت ابوبکر کا جو اندیشہ تھا وہ آخر صحیح ثابت ہوا۔ وفد کو ناکام گئے ابھی تین دن ہی ہوئے تھے کہ ان قبیلوں نے جو طلیحۃ اسدی کے زیر اثر تھے اپنے آپ کو دو حصوں میں برابر تقسیم کیا۔ ایک حصہ مقام ذوحسی میں چھوڑا جو مدینہ کے قریب نجد کے راستہ پر واقع ہے۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ کمک کا کام دے۔ رہا دوسرا حصہ تو اس نے مدینہ پر غارتگری کے ارادہ سے چڑھائی کردی۔ مدینہ کی حفاظت پر جو دستہ متعین تھا۔ اس نے حضرت ابوبکر کو اطلاع پہنچائی۔ آپ نے حکم دیا کہ تم اپنی جگہوں پر رہو اور ادھر سے آپ خود مسلمانوں کو اونٹنیوں پر لے کر روانہ ہوئے۔ باغی مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ پڑے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ باغی مقام ذوحسی پہنچے تو جو لوگ یہاں پہلے سے موجود تھے۔ وہ بھی اب ان کے ساتھ مل گئے۔ مسلمان اونٹوں پر ان کا تعاقب کرتے ہوئے آ ہی رہے تھے کہ ذوحسی والوں نے کیا حرکت کی؟ چمڑہ کے تھیلے جو اُن کے ساتھ تھے ان میں پھونک بھری، غبارہ کی شکل بنا کر ان میں رسیاں باندھیں اور ان کو اونٹوں کی طرف پھینک مارا۔ مسلمانوں کے یہ اونٹ جنگ کی فریب کاریوں کے عادی نہ تھے۔ اس لئے بھاگ پڑے اور سیدھے مدینہ میں آکر ٹھہرے[1]

قبیلۂ عبس و ذبیان۔ بنومرۃ اور بنوکنانہ وغیرہم جو ان کے حلیف تھے سمجھے کہ مسلمان پسپا ہوکر بھاگ گئے ہیں۔ اس لئے اب ان کا حوصلہ بڑھا اور انہوں نے مدینہ پر باقاعدہ حملہ کے ارادہ سے ذوالقصہ (یہ مقام بھی مدینہ سے قریب نجد کے راستہ پر ہے) والوں کو بھی پیغام بھیجا کہ ان کے ساتھ شریک ہوجائیں۔ طلیحہ کا بھائی (حافظ عمادالدین ابن کثیر نے بیٹا لکھا ہے۔) حبال ان کی قیادت کر رہا تھا۔ اُدھر یہ لوگ مدینہ پر حملہ کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اور ادھر حضرت ابوبکر نے مدینہ واپس پہنچ کر ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ آتے ہی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ باقاعدہ فوج کی ترتیب کی۔ فوج کے دائیں بازو پہ نعمان بن مقرن کو، بائیں بازو پر عبداللہ بن مقرن کو مقرر کیا اور پچھلا حصہ ان کے بھائی سوید کے سپرد کیا۔ ابھی ایک پہر شب باقی تھی کہ روانہ ہوگئے۔ صبح کی پو پھٹی بھی نہیں تھی کہ دشمن پر جا پہنچے۔ یہ لوگ بے خبر آرام سے سو رہے تھے۔ مسلمانوں نے تلوار چلانی شروع کردی۔ یہ لوگ بدحواس ہوکر جو بھاگے تو ذوالقصہ میں دم لیا۔ خلیفۂ رسول نے ذوالقصہ تک ان کا تعاقب کیا۔ لیکن اب ان لوگوں میں مقابلہ کی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے حضرت نعمان بن مقرن کو دستہ کے ساتھ ذوالقصہ میں چھوڑ کر خود مدینہ

---

[1] کامل ابن اثیر ص ۲۶۱ ج ۲ و طبری ص ۲۴۷ ج ۳ ۔ والبدایۃ والنہایۃ ص ۳۱۴ ج ۶ و فتوح البلدان ص ۱۰۱

واپس تشریف لے آئے۔ یہاں مسلمانوں کی اس کامیابی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ حاصل ہوئی تھی مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ پھر اس پر مزید یہ ہوا کہ مختلف قبائل کے جو سردار مسلمان تھے وہ اپنی اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ پہنچ گئے اس سے یہاں مالی اعتبار سے تقویت ہوئی اور مسلمانوں کو امداد پہنچی۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ باغیوں اور مرتدوں کی کثرت کے باوجود متعدد بیرونی قبائل کے روٴساء پکے اور سچے مسلمان تھے۔ اس احساس نے خوشی دوچند کر دی۔

جو حضرات مدینہ کا پہرہ دے رہے تھے، ان میں سے ایک ایک صاحب زکوٰۃ رئیس کو لیکر مدینہ میں آتا تھا تو مسلمان ان کو دیکھ کر کہتے "ہذا نذیر"[1] حضرت ابوبکر فوراً فرماتے کہ نہیں بلکہ وہ بشیر ہیں۔ اور اسلام کے حامی ہیں۔ شکست نہیں ہیں اصل الفاظ یہ ہیں: بل ہو بشیر۔ وھو حام ولیس بوانٍ۔ لوگ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر سے کہتے۔ طالما بشرت بالخیر۔ آپ کو تو عرصہ ہوا خیر کی بشارت دیدی گئی ہے۔

حضرت ابوبکر کی ذوالقصہ سے واپسی کے بعد قبیلہ عبس وذبیان کا اور کوئی بس نہ چلا تو یہاں تھوڑے بہت جو مسلمان تھے ان کو دھوکہ سے قتل کر ڈالا۔ صدیق اکبرؓ کو ان کی اطلاع ہوئی تو قسم کھائی کہ جب تک وہ ان قبیلوں سے مسلمانوں کے خونِ ناحق کا بدلہ نہیں لے لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اسی اثناء میں حضرت اُسامہ اپنی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آگئے تھے۔ اب حضرت ابوبکر کو اور زیادہ اطمینان ہوا۔ آپ نے حضرت اسامہؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور فرمایا اریحوا واستریحوا تم لوگ اب آرام کرو۔

اس انتظام سے فارغ ہو کر آپ نے بنفس نفیس ایک فوج لیکر ذوالقصہ کی روانگی کا ارادہ کیا تاکہ غدار قبیلوں کو ان کی غداری کی سزا دے کر مسلمانوں کا انتقام لیں۔ صحابہ کرامؓ نے ہر چند منت سماجت کی اور کہا اے خلیفہ رسولؐ! ہم آپ کو قسم دیتے ہیں۔ آپ نہ جائیے۔ اگر خدانخواستہ آپ کو چشم زخم پہنچا تو ہم لوگوں کا کوئی نظام باقی نہیں رہے گا۔ اور آپ کا یہاں رہنا دشمن کے لئے سخت مرعوب کن ہو گا۔ آپ اپنے بجائے کسی دوسرے کو بھیج دیجئے۔ وہ اگر

---

[1] طبری صفحہ ۲۴۶۲ چونکہ یہ حضرات مدینہ کے پہرہ دار تھے اس لئے ان کا آنا بظاہر اس بات کی علامت تھی کہ مدینہ کو کوئی خطرہ پیش آگیا ہے اور یہ اسکی اطلاع لیکر آئے ہیں۔ مسلمان فرط مسرت سے مذاق میں انکو ہذا نذیر اسی مناسبت سے کہتے تھے۔ جو حضرات صدقات لے کر آئے تھے۔ تاریخوں میں ان سب کے نام بھی محفوظ ہیں۔

کام آ گئے تو آپ ان کی جگہ کسی دوسرے کو مقرر کر سکتے ہیں۔ ؎۱

حضرت عائشہ فرماتی ہیں "جب میرے باپ سواری پر بیٹھے اور تلوار میان سے باہر نکالے ذوالقصہ کیلئے روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت علی بن ابی طالب ان کی سواری کی باگ روک کر کھڑے ہو گئے اور بولے " اے رسول اللہ کے خلیفہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں آپ سے وہی کہوں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے موقع پر آپ سے کہا تھا۔ یعنی یہ کہ آپ اپنی تلوار میان میں کیجئے اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر دردمند نہ کیجئے" ؎۲

لیکن حضرت ابوبکر نے ان سب کے جواب میں فرمایا: "اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا۔ اور میں اپنے نفس کے ساتھ تمہاری غمخواری قبول نہیں کر سکتا۔" چنانچہ آپ اپنا لشکر لے کر ذی حسی اور ذوالقصہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقام ابرق میں اہل ربذہ پر حملہ کیا۔ حارث اور عوف یہاں کے لیڈر تھے۔ اُن کو شکست دی۔ بنو عبس اور بنو بکر خوف زدہ ہو کر بھاگ گئے۔ حضرت ابوبکر ابرق میں چند روز قیام فرمانے کے بعد آگے بڑھے اور بنو ذبیان کو مغلوب کیا اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور آخر اس طرح عبس و ذبیان نے جن مسلمانوں کو شہید کیا تھا ان کا انتقام لے کر فتح و کامرانی کا پرچم اڑاتے ہوئے مدینہ واپس آ گئے ؎۳

بنو ذبیان۔ عبس غطفان۔ بنو بکر اور ان کے علاوہ دوسرے قبیلے جو مدینہ کے قرب و جوار میں آباد تھے۔ اور جو اعراب مدینہ کہلاتے تھے۔ حضرت ابوبکر کی ان کے ساتھ یہ آخری کامیاب جنگ تھی۔ ان کو چاہئے تھا کہ اب وہ حضرت ابوبکر کی اطاعت قبول کر لیتے اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بھی قائل ہو کر مسلمان اور پکے مومن بن جاتے۔ لیکن ان پیہم شکستوں نے اُن کو بوکھلا دیا تھا۔ اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک اسلام کی جو مصنوعی نقاب انہوں نے اپنے چہرہ پر ڈال رکھی تھی اسے بھی نوچ کر پھینک دیا اور جو کھلم کھلا باغی اور کافر تھے ان کی صفوں میں جا کر مل گئے۔ ■■ (صدیق اکبرؓ)

؎۱ طبری ص۲۴۸ ج۲ ؎۲ البدایۃ والنہایۃ ص۳۱۴ ج۶ لیکن اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر نے حضرت علی کی درخواست قبول کر لی۔ اور وہ خود واپس ہو گئے۔ اور لشکر روانہ کر دیا حالانکہ طبری وغیرہ میں ہے کہ آپ نے یہ مشورہ منظور نہیں فرمایا اور بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔

؎۳ طبری ص۲۴۹ ج۲